نماز قضاء شریعت کی روشنی میں



مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان



نمازِ قضاء شریعت کی روشنی میں

نمازِ قضاء
شریعت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ قضا شریعت کی روشنی میں

نماز کی اہمیت وفرضیت سے کون مسلمان ناواقف ہوگا؟ اور اس کی فضیلت وعظمت سے کون منکر ہوگا؟ اس کے اہتمام پر وعدوں اور بشارتوں سے کون بے خبر اور اس کے ترک پر سخت دھمکیوں اور وعیدوں سے کون جاہل ہوگا؟ یہ ساری باتیں تقریباً ہر مسلمان پر روز روشن کی طرح واضح وآشکارا ہیں۔

مگر پھر بھی بعض لوگ ترک نماز کے مرتکب ہوجاتے ہیں، کبھی بھول سے، کبھی کوئی عذر لاحق ہونے کی بنا پر اور کبھی محض لاپروائی وغفلت کے نتیجہ میں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان فوت شدہ نمازوں کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ زیر نظر تحریر میں اسی مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔

اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ضرورت اسلئے محسوس کی گئی کہ غیر مقلد لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں قضاء نماز نہیں ہے، یہ مولویوں کی من گھڑت اور ان کے دماغ کی تصنیف ہے۔ یہ لوگ اس بات کو عوام میں اور بالخصوص حنفی مسلک کے عوام میں پھیلاتے رہتے ہیں، جس سے حنفی مسلک کے عوام پریشان ہوتے ہیں، اور سوالات کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا محسوس کیا گیا کہ عوام کو مغالطہ سے بچانے کے لئے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

یہاں پر یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ ہم نے اس تحریر میں مسلک غیر مقلدین سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، بلکہ ہم نے صرف جمہور علماء وائمہ کے مسلک کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے دلائل ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے، تاکہ ایک متلاشی حق کے لیے راہ حق پانے میں مدد ملے۔ واللہ الموفق والمعین.

ترکِ نماز کی چار صورتیں

آگے بڑھنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ کوئی شخص اگر ترکِ نماز کا ارتکاب کرتا ہے تو ان چار صورتوں میں سے کوئی صورت ہوتی ہے:

(۱) پہلی یہ کہ اس کو فرضیتِ نماز کا علم ہی نہیں تھا، اس وجہ سے اس نے نماز نہیں پڑھی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ فرضیتِ نماز کا علم تو تھا، مگر بھول ہوگئی، اسلئے نماز نہ پڑھی۔

(۳) تیسری صورت یہ کہ فرضیت کا علم بھی تھا اور یاد بھی تھا، مگر کوئی عذر پیش آ گیا، لہٰذا نماز نہ پڑھ سکا۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ علم بھی تھا، یاد بھی تھا اور کوئی عذر بھی نہ تھا، پھر بھی عمداً جان بوجھ کر نماز ترک کر دیا۔

ان چاروں صورتوں کا ذکر علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں کیا ہے، انکے اصل الفاظ نقل کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

” أمّا مَنْ تَرَكَ الصلوةَ أو فرضاً من فرائضِهَا، فإمّا أنْ يكون قد تَرَكَ ذلك ناسِياً له بعد علمه بوجوبه ، وإمّا أنْ يكونَ جاهلاً بوجوبه ، وإمّا أن يكون لعذر يعتقد معه جواز التاخير ، وإمّا أن يتركه عالِماً عَمَداً “۔(۱)

اس عبارت کا مطلب وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اب آگے ان چاروں صورتوں کے شرعی احکام پیش کئے جاتے ہیں جس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ بعض ناداں لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں قضاء نمازوں کا مسئلہ نہیں ہے، یہ محض غلط و باطل ہے۔

---

(۱) مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہؒ: ۹۸/۲۲

پہلی صورت کا شرعی حکم

ترک نماز کی پہلی صورت کو لیجئے ،فرضیت نماز کا علم نہ تھا اس لیے نماز نہیں پڑھا،اس صورت کے بارے میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے کہ جب اس شخص کو فرضیت نماز کا علم ہو جائے تو کیا اس پر گذشتہ زمانے کی فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے تین مسلک ذکر کئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

ائمہ کرام کے مسالک

(۱) پہلا مسلک یہ ہے کہ فرضیت نماز کا علم نہ ہونے سے جو نمازیں فوت ہوگئیں ،مطلقاً ان کی قضاء واجب ہے۔امام شافعیؒ کا یہی قول ہے اور امام احمدؒ سے بھی ایک قول یہی آیا ہے۔

(۲) دوسرا مسلک یہ ہے کہ ان فوت شدہ نمازوں کی قضاء مطلق واجب نہیں ہے،امام احمد بن حنبلؒ کا دوسرا قول یہی ہے۔

(۳) تیسرا مسلک یہ ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے ترک نماز کا یہ عمل،دار الحرب میں ہوا ہے،تو قضاء لازم نہیں اور اگر دار الاسلام میں یہ نمازیں چھوٹی ہیں،تو قضاء لازم ہے،یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔(۱)

حضرات حنفیہ کا مسلک جو نقل کیا گیا اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی دار الحرب ہی میں مسلمان ہوا اور وہیں رہا،اس وجہ سے اس کو فرائضِ اسلام کا علم نہیں ہوا اور اس نے نماز نہ پڑھی تو ان فوت شدہ نمازوں کی قضاء نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ کی عبارت اس سلسلہ میں نہایت واضح ہے وہ یہ کہ:

---

(۱) مجموعۃ فتاوی ابن تیمیہ:۲۲/۱۰۰

" ولا قضاءَ علی مسلم أسلم في دارالحرب ولم یصلّ مدةً لجهله بوجوبها "۔(۱)

(یعنی اس مسلمان پر نماز کی قضاء نہیں ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور فرضیت نماز کا علم نہ ہونے کی بنا پر ایک مدت تک نماز نہ پڑھا)

اور بدائع الصنائع میں ہے کہ :حتی أن الحربي إذا أسلم في دار الحرب و مکث فیها سنة ولم یعلم أن علیه الصلاة فلم یصل ثم علم لا یجب علیه قضائها في قول اصحابنا الثلاثة ،وقال زفر علیه قضائها۔(۲)

(حتی کہ دارالحرب کا کافر اگر دارالحرب ہی میں اسلام لے آئے اور ایک سال تک وہیں رہے اور اسے فرضیت نماز کا علم نہ ہو اس لئے وہ نماز نہ پڑھے، پھر بعد میں اسے علم ہو تو اس پر ان نمازوں کی قضاء ہمارے تین اصحاب یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک واجب نہیں ہے،اور امام زفر نے کہا کہ اس پر ان کی قضاء ہے)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ ترکِ نماز کی اس پہلی صورت میں بھی بعض ائمہ کے نزدیک قضاء واجب ہے۔صرف امام احمدؒ کے ایک قول میں اس صورت میں قضا واجب نہیں ہے۔ ورنہ امام شافعیؒ کے پاس مطلقاً قضاء واجب ہے،یعنی دار الحرب میں ہو یا دار الاسلام میں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دار الاسلام میں ہونے کی صورت میں قضاءواجب ہے۔

قابل غور بات

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں: ایک یہ کہ کیا یہ ائمہ جنھوں نے قضاءکو واجب قرار دیا ہے، وہ شریعت میں من گھڑت چیزوں کو داخل کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ کوئی

(۱)البحر الرائق:۲/۷۹(۲)بدائع الصنائع:۱/۱۳۵

انصاف پسند اور عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ دوسری بات یہ کہ یہ صورت ہمارے لحاظ سے بہت حد تک فرضی ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ نماز کی فرضیت سے واقف ہیں۔ لہٰذا یہ صورت ہمارے لئے قابل بحث نہیں۔

دوسری صورت کا شرعی حکم

دوسری صورت یہ ہے کہ فرضیتِ نماز کا علم ہونے کے باوجود اس لیے نماز نہ پڑھ سکا کہ بھول ہوگئی۔ اس صوت میں تمام علماء وائمہ کے نزدیک اس فوت شدہ نماز کی یاد آنے پر قضاء کرنا واجب وضروری ہے، اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ ابن رشد مالکی اپنی کتاب "بدایہ المجتھد" میں فرماتے ہیں کہ: " فاتفق المسلمون على أنه يجب على الناسي والنائم " (کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز کی قضاء بھول جانے والے اور سو جانے والے پر واجب ہے)۔(۱)

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔(۲)

اور اس کی دلیل ایک حدیث پاک ہے، اس میں یہ حکم بصراحت بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿من نسي صلوةً فليصلّ إذا ذكرها ، لا كفارة لها إلا ذٰلك ، أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾

(جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب وہ اسکو یاد آئے تو پڑھ لے، اسکا سوائے اس کے کوئی کفارہ نہیں (اللہ کا ارشاد ہے) نماز قائم کرو میری یاد کے واسطے)۔(۳)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ بھول کر نماز ترک کر دینے سے اس کو

(۱)بداية المجتهد:۱/۲۸۰ (۲)تفسیر قرطبی:۱۱/۱۷۸ (۳)بخاری:۲/۵۷، مسلم:۶۸۴، ترمذی: ۱۷۸، ابوداؤد:۴۴۲، مسند احمد:۱۳۸۷۵

بعد میں ادا کرنا لازم وضروری ہے۔

سو جانے سے نماز چھوٹ جانے کا حکم

اور اسی کے حکم میں ہے سو جانا جس سے نماز چھوٹ جائے، لہٰذا اگر ایسا اتفاق ہو تو اس فوت شدہ نماز کی قضا لازم ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

" من نسي صلوةً أو نام عنها فكفارتها أن يصلّها إذا ذكرها "۔ (۱)

(یعنی جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس کو چھوڑ کر سو جائے اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے ادا کرے)

ایک حدیث میں حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بعض صحابہ کا ذکر کیا گیا جو سو جانے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکے تھے تو آپ نے فرمایا کہ:

" إنه ليس في النوم تفريط ، إنما التفريط في اليقظة ، فإذا نسي أحدكم صلوةً أو نام عنها فيصلّها إذا ذكرها"(۲)

(یعنی سو جانے سے نماز کے ترک کر دینے میں کوئی قصور نہیں، قصور تو بیداری کی حالت میں ہے، لہٰذا تم میں سے جو بھی نماز کو بھول جائے یا اس سے سو جائے وہ جب بھی یاد آئے اس کو پڑھ لے)

اور حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ کچھ حضرات صبح کی نماز سے سو گئے اور سورج طلوع ہونے تک بیدار نہیں ہو پائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ:

---

(۱) مسلم: ۷۴۷، مسند احمد: ۱۱۹۹۱، صحیح ابن خزیمۃ: ۹۷/۲، مسند ابو یعلی: ۴۲۱/۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۸۱/۷ (۲) ترمذی: ۱۷۷، نسائی: ٦١٥، ابن ماجہ: ٦٩٨، دار قطنی: ۳۸٦/۱، ابن خزیمہ: ۹۵/۲

"إنكم كنتم أمواتا فرد الله إليكم أرواحكم فمن نام عن صلاة أو نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها وإذا استيقظ"۔(۱)

(کہ تم مردہ تھے پس اللہ نے تمہاری روحوں کو تمہارے پاس لوٹا دیا ہے لہٰذا جو نماز سے سو گیا یا نماز کو بھول گیا اس کو چاہیئے کہ وہ جب یاد آئے اس وقت اور جب بیدار ہو اس وقت اس کو پڑھ لے)

اس کے علاوہ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مع اپنے اصحاب کے غزوہ خیبر سے واپس ہو رہے تھے، رات میں چلتے ہوئے جب نیند کا غلبہ ہوا، تو آپ ﷺ نے رات کے اخیر حصہ میں ایک جگہ قیام کیا اور حضرت بلال ؓ کو نگہبانی کا فریضہ سونپ کر آپ لیٹ گئے، اور صحابہ بھی سو گئے۔ جب صبح قریب ہوئی تو حضرت بلال ؓ اپنی سواری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، پس آپ پر نیند غالب ہوئی اور وہ بھی سو گئے، اور سب حضرات ایسا سوئے کہ طلوع آفتاب تک نہ اللہ کے رسول علیہ السلام کی آنکھ کھلی اور نہ حضرت بلال ؓ کی، نہ کسی اور صحابی کی۔ جب سورج طلوع ہوا اور اس کی شعاعیں ان حضرات پر پڑیں تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور گھبرا کر حضرت بلال ؓ کو اٹھایا، پھر صحابہ کو آگے چلنے کا حکم فرمایا، صحابہ کرام اپنی سواریاں لیکر آگے بڑھے اور ایک جگہ حضور علیہ السلام نے وضو کیا اور حضرت بلال ؓ کو اقامت کہنے کا حکم دیا۔ حضرت بلال نے اقامت کہی اور آپ علیہ السلام نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا جو نماز کو بھول جائے اس کو

---

(۱) ابن ابی شیبہ: ۲۸۱/۷، معجم کبیر طبرانی: ۱۰۷/۲۲، مسند ابویعلی: ۱۹۲/۲

چاہئے کہ وہ جب یاد آئے اس کو پڑھ لے۔ (۱)

۲- حضرت ابوقتادہؓ سے ایک طویل حدیث آئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک موقعہ پر حضرات صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے اور چلتے چلتے رات کا آدھا حصہ گذر گیا، حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بازو تھا، آپ ﷺ کو اونگھ آگئی اور آپ سواری پر ڈولنے لگے، کہتے ہیں کہ میں آپ کو جگائے بغیر آپ کو سہارا دینے لگا یہاں تک کہ آپ سواری پر ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے۔ اس طرح اونگھنے کا واقعہ تین دفعہ پیش آیا، اور تیسری دفعہ آپ نیند سے ایسے ڈولنے لگے کہ گرنے کے قریب ہو گئے، ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو سہارا دیا تو آپ نے سر اٹھایا اور پوچھا کہ کون؟ میں نے کہا کہ میں ابوقتادہ ہوں، اس پر آپ نے دعاء دی، پھر پوچھا کہ یہاں اور کون ہے؟ (اکثر صحابہ آگے جا چکے تھے) ابوقتادہؓ نے ادھر ادھر دیکھا اور معلوم ہوا کہ سات سوار یہاں ہیں۔ چنانچہ آپ کو بتادیا، اب آپ سواری سے اترے اور نماز کا خیال رکھنے فرمایا اور سو گئے اور دوسرے حضرات بھی سو گئے۔ ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے پہلے اللہ کے رسول ہی بیدار ہوئے جب کہ آپ کے پشت پر سورج کی شعائیں پڑنے لگیں، بیدار ہو کر آپ نے آگے چلنے کا حکم دیا، جب سورج بلند ہو گیا تو وضو کیا، پھر بلالؓ نے اذان دی، آپ نے سنت نماز دو رکعت ادا کی، پھر موجود صحابہ کو نماز پڑھائی۔ (۲)

---

(۱) رواه مسلم فی صحیحه: ۲۳۸/۱ ، نمبر : ٦٨٠ ، والترمذی فی سننه فی التفسير : ٣١٦٣ ، وابن ماجه في سننه ، باب من نام عن الصلاة أو نسيها: ٦٩٧، وابن حبان في صحيحه : ٤٢٢/٥، ولكن وقع فيه " حنين " بدل " خيبر " ، والطحاوی فی شرح الاثار: ١٩٢/١ مفصّلاً ، ومالك فی الموطا مرسلاً: ٢٢، ومحمد بن حسن فی الموطا من طريق مالكؒ : ١٢٧ ،والبيهقي في السنن : ٢١٧/٢

(۲) مسلم: ۲۳۹/۱، نمبر: ۶۸۱، نسائی: ۸۴۶، مسند احمد: ۲۲۵۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴/۱، ابن ابی شیبۃ: ۴۱۳/۱، مسند ابن الجعد: ۲۵۰/۱، وبخاری مختصراً: ۵۷۰و۷۰۳۳، ابوداؤد اختصاراً: ۶۳/۱، نمبر: ۴۳۹

۳- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ سے چلے اور ایک ریتیلے مقام میں نزول کیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ رات میں ہمارے لئے کون پہرہ دیگا، حضرت بلال اس کے لئے تیار ہوئے آپ سو گئے، بلال پر بھی نیند غالب آ گئی، جب سورج طلوع ہوا فلاں فلاں صحابہ بیدار ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ باتیں کروں تاکہ آپ ﷺ بیدار ہو جائیں، پس آپ بیدار ہوئے اور فرمایا کہ تم اسی طرح کرو یعنی نماز پڑھو جس طرح روزانہ کیا کرتے ہو، اور اسی طرح سو جانے والا اور بھول جانے والا بھی کرے گا۔ (۱)

۴- حضرت عمران بن حصینؓ سے ایک طویل حدیث اسی قسم کا ایک واقعہ آیا ہے۔ اسکا لب لباب یہ ہے کہ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں، ایک سفر میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، رات کے اخیر حصہ میں سو گئے اور پھر سورج کی گرمی نے ہمکو جگایا اور سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ بیدا ہوئے، پھر فلاں فلاں بیدار ہوئے، حضرت عمرؓ نے بیدار ہو کر جو یہ حالت دیکھی تو زور سے تکبیر کہی اور برابر تکبیر کہتے جارہے تھے اور آواز بھی بلند کرتے جاتے تھے۔ ان کی آواز سے رسول اللہ ﷺ بیدا ہوئے، پھر وضو کر کے نماز پڑھائی۔ (۲)

ان روایات پر نظر ڈالنے سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں، جو زمانہ رسالت میں مختلف مواقع پر پیش آئے اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر

(۱) احمد: ۳۶۵۷و ۴۴۲۱، بزار: ۳۹۷/۵، ابن ابی شیبہ: ۴۱۱/۱و ۲۸۱/۷، سنن کبری نسائی: ۲۶۷/۵)، شرح معانی الآثار: ۲۲۵/۱، رواہ الطبرانی عن ابن عمرؓ کما نقلہ عن تنویر الحوالک فی معارف السنن: ۹۹/۲

(۲) رواہ البخاری فی التیمم: ۴۹/۱، رقم: ۳۳۷، وفی علامات النبوۃ: ۳۳۷۸، والامام مسلم فی صحیحہ: ۲۴۰/۱، رقم: ۶۷۸، احمد: ۱۹۹۱۲، صحیح ابن خزیمہ: ۹۴/۲ صحیح ابن حبان: ۱۱۹/۴، دار قطنی: ۱۹۹/۱، معجم کبیر طبرانی: ۱۳۷/۱۸، سنن بیہقی: ۲۱۹/۱

سوجانے سے نماز چھوٹ جائے تو بعد میں اسکو ادا کرنا ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہر موقعہ پر اس فوت شدہ نماز کے بعد میں ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

فائدہ

ان احادیث کے سلسلہ میں محدثین کے مابین یہ بحث ہوئی ہے کہ یہ نماز کے فوت ہونے کا واقعہ صرف ایک دفعہ پیش آیا تھا یا متعدد مواقع پر اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے۔ اکثر علماء نے تعدد واقعہ کی طرف میلان ورجحان ظاہر کیا ہے اور ظاہر احادیث بھی اسی طرف مشیر ہے۔ علامہ نووی شرح میں مسلم میں فرماتے ہیں:

"واختلفوا هل كان هذا النوم مرةً أو مرتين ؟ وظاهر الأحاديث مرتان"

یعنی علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ نیند کا واقعہ ایک دفعہ ہوا یا دو دفعہ ہوا؟ ظاہر احادیث یہ ہے کہ دو دفعہ ہوا۔ (۱)

نیز علامہ بدرالدین عینیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ متعدد مرتبہ پیش آیا ہے۔ (۲)

اور بعض نے جیسے علامہ اصیلی نے اسکو اختیار کیا ہے کہ قصہ ایک ہی ہے مگر ظاہر وہی ہے جس کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے (واللہ اعلم)

تیسری صورت کا حکم

تیسری صورت ترک نماز کی یہ تھی کہ فرضیت کا علم بھی ہے اور بھول بھی نہیں ہوئی مگر کوئی عذر پیش آ گیا جس کی وجہ سے نماز ادا نہ کی جاسکی۔ اس کا حکم بھی احادیث میں موجود ہے۔

---

(۱) شرح مسلم: ۲۳۸/۱ (۲) عمدۃ القاری: ۱۸۰/۲، وفتح الباری: ۴۴۹/۱

(۱)﴿عن جابر بن عبد اللّٰہ أن عمر بن الخطابؓ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس ، فجعل یسب کفار قریش ، قال : ما کدت أصلي العصر حتی کادت الشمس تغرب ، قال النبی ﷺ : واللّٰہ ما صلیتها ، فقمنا الی بطحان، فتوضأ للصلوۃ وتوضانا لها ، فصلی العصر بعد ماغربت الشمس، ثم صلی بعدها المغرب﴾(۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ غزوۂ خندق کے دن آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اب تک عصر نہ پڑھ سکا حتی کہ سورج غروب ہونے کو ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی عصر نہیں پڑھی ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم بطحان (مدینہ کی ایک وادی) کی طرف ہو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے وضو کیا، ہم نے بھی وضو کیا، پھر غروب شمس کے بعد آپ ﷺ نے عصر پڑھی، پھر اسکے بعد مغرب ادا فرمائی۔

(۲)﴿عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یوم الاحزاب: شغلونا عن الصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر، ملأ اللّٰہ بیوتهم وقبو رهم (وفی روایة ملأ اللہ أجوافهم)ناراً ، ثم صلی بین العشائین بین المغرب و العشاء﴾(۲)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ نے فرمایا کہ (ان کفار نے) ہمیں نماز وسطی یعنی عصر سے روک دیا (حتی کہ سورج غروب ہو گیا) اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو (یا یہ فرمایا کہ) ان کی قبروں یا پیٹوں کو آگ سے

(۱) بخاری: ۵۸۱ و ۶۱۵، مسلم: ۱/۲۲۶، رقم: ۶۳۱، ابوداؤد: ۱۸۰، نسائی: ۱۳۶۶، احمد: ۹۹۵، صحیح ابن حبان: ۷/۱۴۶، سنن بیہقی: ۲/۲۱۹

(۲) مسلم: ۱/۲۲۷، رقم: ۶۲۷، احمد: ۶۱۷، و ۹۱۱، ابن خزیمۃ: ۲/۲۹۰، مسند ابویعلی: ۱/۳۱۵، ابن ابی شیبہ: ۲/۲۴۳، سنن بیہقی: ۲/۲۲۰

بھر دے، پھر مغرب وعشاء کے درمیان اسکو ادا فرمایا۔

(۳)﴿عن حذيفة قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول يوم الخندق: شغلونا عن صلوة العصر، ملأ الله قبو رهم وبيوتهم ناراً ، قال: ولم يصلها يومئذ حتى غابت الشمس﴾(۱)

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (ان کفار نے) ہمیں نماز عصر سے روکدیا (حتی کہ سورج غروب ہوگیا) اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے،اس دن آپ نے عصر کی نما اس وقت تک نہیں پڑہی کہ سورج غروب ہوگیا۔

(۴) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق کے دن ہمیں (یعنی کفار کی طرف سے) نماز سے روک دیا گیا، جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو ہماری (اللہ کی طرف سے) مدد کی گئی ،پس اللہ کے رسول ﷺ نے بلال کو بلایا، انھوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی،اوراسی طرح بڑی عمدگی سے پڑھی جیسے آپ اسکے وقت میں پڑھتے تھے،پھر بلال کو حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز بھی اسی طرح عمدگی سے ادا کی جیسا کہ آپ اسکے وقت میں پڑھتے تھے،پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انھوں نے مغرب کی اقامت کہی اور آپ نے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھی۔(۲)

علامہ شوکانیؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کو احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے

(۱)شرح معانی الآثار :۳۲۱/۱،صحیح ابن حبان:۱۴۸/۷واللفظ لہ،معجم اوسط:۲۷/۲(۲) مسند احمد :۱۱۲۱۴و۱۱۴۸۳،نسائی:،دارمی:۴۳۰/،ابن خزیمہ:۹۹/۲،ابن حبان:۱۴۷/۷،سنن بیہقی:۴۰۲/۱، طحاوی فی شرح المعانی الآثار: ۱۵۸/۱،مسند الشافعی:۳۲/۱،مسندابو یعلی: ۴۷۱/۲ ، ابن ابی شیبہ:۴۶۱/۱

اور اسکی سند کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔اور ابن سید الناس نے کہا کہ امام طحاوی نے اسکو روایت کیا ہے اور طحاوی کی سند صحیح جلیل ہے اور ابن خزیمہ وابن حبان نے اسکو اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسکو صحیح قرار دیا ہے۔(۱)

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کے دن چار نمازوں سے روک دیا حتی کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا جو اللہ نے چاہا، پھر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا انھوں نے اذان دی، پھر اقامت پس کہی آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ نے عصر پڑھی، پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر بلال نے اقامت کہی آپ نے عشاء ادا فرمائی۔(۲)

ایک حدیثی فائدہ

اس حدیث کی سند میں کلام ہے، وہ یہ کہ اس کے راوی حضرت ابوعبیدہ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے صاحبزادہ ہیں، اکثر علماء کے نزدیک ان کا سماع حضرت عبداللہ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے ان علماء کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود سے سماع ''طبرانی'' کی ایک روایت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس میں انھوں نے ''سَمِعَ'' کے لفظ سے اپنے والد سے سننا بیان کیا ہے۔علامہ بدرالدین العینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے جو ابوعبیدہ کے اپنے والد سے سماع نہ ہونے کے قائل ہیں، لکھا ہے کہ یہ قول مردود ہے، پھر معجم اوسط طبرانی کی روایت اور مستدرک حاکم کی روایت کے حوالے سے سماع ثابت کیا ہے، اور آگے

(۱) نیل الاوطار: ۸/۲ (۲) ترمذی: ۲۵/۱، نسائی: ۱۰۲/۱، رقم: ۶۲۲، مسند احمد: ۴۰۱۳، معجم کبیر طبرانی: ۱۵۰۳۱۰، سنن بیہقی: ۴۹۵/۱

چلکر فرمایا کہ سماع نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ کی وفات کے وقت ان کی عمر سات برس کی تھی اور سات برس کا بچہ جب غیروں واجنبیوں سے سماع کرسکتا ہے تو خود اپنے باپ سے کیوں نہیں کرسکتا؟۔(۱)

لہٰذا یہ روایت منقطع نہ ہوگی، نیز یہ حدیث اپنے مضمون کے لحاظ سے دیگر صحابہ کی جید وصحیح روایات سے ثابت ہے، جیسا کہ اوپر حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت گذری ہے۔

ایک تعارض کا دفعیہ

اس احادیث میں ایک بات بظاہر قابل اشکال ہے، وہ یہ کہ مذکورہ بالا چار روایتوں میں سے پہلی اور دوسری اور تیسری میں غزوۂ خندق کے موقعہ پر صرف ایک نماز عصر کے قضاء ہونے کا ذکر ہے اور چوتھی میں تین نمازوں کے قضاء ہونے کا اور پانچویں میں چار نمازوں کے قضاء ہونے کا ذکر ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان میں سے کونسی روایت قابل اعتماد ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں فی الواقع کوئی منافات وتعارض نہیں ہے؛ کیونکہ ان میں سے چوتھی و پانچویں روایت میں جمع وتطبیق اس طرح ہے کہ قضاء تو تین نمازیں ہی ہوئیں جیسا کہ حضرت ابوسعید کی روایت میں آیا ہے اور اس حدیث میں چوتھی یعنی عشاء کی نماز کا ذکر محض اسلئے کردیا گیا ہے کہ عام معمول سے تاخیر کرکے ادا کی گئی، ورنہ تو وہ اپنے وقت ادا میں پڑھی گئی ہے، گویا پانچویں روایت میں نماز عشاء کو فوت شدہ نمازوں میں شمار کرنا مجازاً ہے۔ ابن حجر نے اسی کو فرمایا کہ:"وفي قوله: "أربع" تجوز لان العشاء لم تكن فاتت"۔(۲)

(۱) عمدۃ القاری:۴۲۹/۲-۴۳۰ (۲) فتح الباری:۶۹/۲

لہٰذا کوئی اشکال کی بات نہیں۔

اب دو قسم کی روایات جمع ہوگئیں: ایک وہ جن میں صرف عصر کے وقت فوت ہونے کا ذکر ہے۔ دوسری وہ جن میں ظہر، عصر اور مغرب تین نمازوں کے فوت ہونے کا تذکرہ ہے۔

ان روایات میں بعض نے ترجیح کا اصول اپناتے ہوئے بخاری و مسلم کی روایات کو راجح قرار دیا ہے، جن میں صرف عصر کا فوت ہونا مذکور ہے اور بعض نے جمع و تطبیق کو اختیار کر کے یہ فرمایا کہ غزوۂ خندق چونکہ کئی دنوں جاری رہا، تو ممکن ہے کہ ان میں کئی مرتبہ نمازوں کے فوت ہونے کا واقعہ پیش آیا ہو، کسی دن صرف عصر فوت ہوگئی، کسی دن ظہر و عصر دو، کسی دن تین نمازیں فوت ہوئیں۔

احادیثِ بالا کا نتیجہ

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ اگر کسی عذر کی بناء پر نماز فوت ہو جائے تو عذر کے ختم و زائل ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کا ادا کرنا لازم و ضروری ہے؛ کیونکہ اللہ کے رسول نے اسی طرح کیا کہ جب قتال و جہاد کے موقعہ پر نماز نہ پڑھی جاسکی اور کبھی ایک وقت کی اور کبھی دو یا تین وقت کی نمازیں قضاء ہوگئیں تو بعد زوالِ عذر اللہ کے رسول ﷺ نے ان نمازوں کی قضاء فرمائی۔(۱)

عذر کی دو قسمیں

البتہ یہاں اتنی بات ذہن میں رہنا چاہئے کہ عذر دو قسم کا ہوتا ہے: ایک وہ عذر جس سے نماز ہی معاف ہو جاتی ہے۔ ایسے اعذار کو فقہاء اعذارِ مُسقطہ کہتے ہیں۔ دوسرے وہ عذر جس سے نماز ساقط و معاف نہیں ہوتی، بلکہ صرف تاخیر کی گنجائش ملتی

(۱) دیکھو شرح مسلم للنووی: ۱/۲۲۷، فتح الباری: ۲/۶۹-۷۰

ہے۔ ایسے اعذار جب زائل ہوجائیں تو وہ نمازیں جو عذر کی وجہ سے فوت ہوئی ہیں، ان کی قضاء لازم ہوتی ہے۔ عذر مسقط کی مثال جیسے حیض نفاس (عورت کے حق میں) اور پانچ نمازوں کے وقت سے زیادہ جنون یا غشی کا طاری رہنا وغیرہ اور دوسری قسم کی مثال جیسے پانچ نمازوں کے یا اس سے کم وقت جنون یا غشی کا طاری رہنا، اس سے نماز معاف نہیں ہوتی صرف تاخیر کی گنجائش ملتی ہے۔

جب یہ واضح ہوگیا تو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے اوپر جو عرض کیا کہ عذر ختم ہونے کے بعد قضاء لازم ہے، اس سے مراد دوسری قسم کا عذر ہے۔ اب رہا یہ کہ وہ کیا اعذار ہیں جن سے نماز معاف ہوجاتی ہیں اور وہ کونسی باتیں ہیں جن سے صرف تاخیر کی گنجائش ملتی ہے، اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں. کتب فقہ میں انکی تفصیلات مذکور ہیں۔ (۱)

ائمہ کا ایک اختلاف

ہاں بھول جانے یا سو جانے یا اعذار کی صورت میں فوت شدہ نماز جب بعد میں پڑھی جائے گی تو یہ نما قضاء کہلائے گی یا ادا؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے، بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ یہ نماز ادا کہلائے گے اور اس کا وقت وہی ہوگا جس میں بعد عذر وہ نماز پڑھی جائے گی۔ (۲)

چوتھی صورت کا حکم

اب آیئے آخری صورت کی طرف: وہ یہ ہے کہ کوئی شخص بلا عذر قصداً و عمداً نماز کو ترک کردے۔ اوپر کی تمام صورتیں وہ ہیں جن میں گناہ نہیں ہے، کیونکہ بھول

(۱) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ائمہ اربعہ کے مسالک کی تفصیل کے ساتھ ان اعذار کا بیان منقح طور پر ہے، دیکھو: ۴۸۸/۱ وبعدہ (۲) الدراری المضیۃ للشوکانی: ۱۴۷/۱، الروضۃ الندیۃ: ۱۲۹/۱

جانے یا عذر کے پیش آجانے یا فرضیتِ نماز کا علم نہ ہونے کی بناء پر نماز چھوڑ دینے سے گناہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمداً نہیں ہے۔ اور اس چوتھی و آخری صورت میں چونکہ بلا عذر جان بوجھ کر نماز چھوڑا ہے، اسلئے اس سے گناہ لازم آتا ہے اور اس پر قضاء بھی لازم ہے۔ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ اور ان کے علاوہ جمہور علماء وائمہ کا بھی یہی قول ہے۔

ہم یہاں پہلے حضرات علماء کے حوالہ سے یہ بتائیں گے کہ جمہور علماء وائمہ کے نزدیک جان بوجھ کر قصداً ترکِ نماز پر قضاء لازم ہے، پھر اسکی دلیل ذکر کریں گے۔

جمہور علماء وائمہ کا مسلک

امام ابوبکر الزرعی نے اپنی کتاب " الصلاة و حکم تارکها " میں لکھا ہے کہ:

" وأما الصورة الثانية وهي ما إذا ترك الصلاة عمداً حتى خرج وقتها فهي مسئلة عظيمة تنازع فيها الناس هل تنفعه القضاء و يُقُبَلُ منه أم لا ينفعه ولا سبيلَ له إلى استدراكها أبداً ، فقال أبو حنيفة و الشافعي وأحمد و مالك: يجب عليه قضاؤها ، ولا يذهب القضاء عنه إثم التفويت ، بل هو مستحق للعقوبة إلى أن يعفو الله عنه، وقالت طائفة من السلف و الخلف: من تعمد تأخير الصلاة عن وقتها من غير عذر يجوز له التأخير فهذا لا سبيل له إلى استدراكها ولا يقدر على قضائها أبداً ولا يُقُبَلُ منه ۔(۱)

(رہی دوسری صورت کہ عمداً نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے تو یہ بڑا مسئلہ ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ کیا اس کو قضاء سے نفع

---

(۱) الصلاة و حکم تارکها:۹۳

ہوگا اور اس سے یہ قبول کی جائے گی یا یہ کہ یہ قضاء اس کو نفع نہیں دے گی اور اس کے تدارک کی کوئی سبیل نہیں ہے؟ پس امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد اور امام مالک نے کہا کہ اس پر اس نماز کی قضاء تو واجب ہے مگر قضاء سے نماز چھوڑنے کا گناہ ختم نہ ہوگا بلکہ وہ اللہ کے جانب سے سزا کا مستحق ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالے ہی اس کو معاف فرمادیں، اور سلف وخلف میں سے ایک جماعت نے کہا کہ جس نے جان بوجھ کر بغیر ایسے عذر کے نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کردیا جس کی وجہ سے نماز میں تأخیر کی گنجائش ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جس کے تدارک کی کوئی سبیل نہیں، اور یہ شخص اس کی قضاء پر کبھی قادر نہیں ہوگا اور نہ اس سے یہ نماز قبول کی جائے گی)

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں آیت ﴿ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي ﴾ [طٰهٰ:] کے تحت فرماتے ہیں:

" وأما من ترك الصلوة متعمداً فالجمهور أيضاً على وجوب القضاء عليه ، وإن كان عاصياً إلا داوٗد ووافقه أبو عبد الرحمن الأ شعري الشافعي ـ(۱)

(اور رہا وہ شخص جو جان بوجھ کر نماز ترک کردے تو جمہور علماء اسی پر ہیں کہ اسپر قضاء واجب ہے، اگر چہ وہ گنہگار بھی ہے، سوائے داؤد ظاہری کے اور ابوعبد الرحمٰن شافعی نے ان کی موافقت کی ہے)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

"وأما من كان عالماً بوجوبها، وتَرَكها بلا تأويل حتى خرَج وقتها الموقت فهذا يجب عليه القضاء عند الائمة الأربعة ، وذهب طائفة منهم ابن حزم وغيره إلى أن فعلها بعد الوقت لا يصح من هؤلاء ـ(۱)

(۱) الجامع لأحكام القرآن للقرطبی:۱۱/۱۷۸

(جو شخص فرضیت نماز سے واقف تھا اور بلا وجہ و بلا عذر اسکو ترک کر دیا حتی کہ اسکا مقررہ وقت نکل گیا تو اس پر ائمہ اربعہ کے نزدیک قضاء واجب ہے اور ایک جماعت جس میں ابن حزم وغیرہ ہیں اس طرف گئی ہے کہ وقت کے بعد اسکا ادا کرنا ان لوگوں (تارکین نماز) کی طرف سے صحیح نہیں)

علامہ ابن تیمیہ ہی نے ایک اور موقعہ پر لکھا ہے کہ:

" ومن عليه فائتة فعليه أن يبادر إلي قضائها على الفور ، سواء فاتته عمداً أو سهواً عند جمهور العلماء ، كمالك وأحمد و أبي حنيفة وغيرهم ، و كذلك الراجح في مذهب الشافعي أنها إذا فاتت عمداً كان قضائها واجباً على الفور" (اور جس پر کوئی چھوٹی ہوئی نماز ہو، اس کو جمہور علماء جیسے امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ، وغیرہ کے نزدیک اس کے قضاء کرنے کی طرف جلدی کرنا چاہیئے، خواہ وہ عمداً چھوٹی ہو یا سہواً چھوٹی ہو، اور اسی طرح امام شافعی کے مسلک میں راجح قول کے مطابق اگر عمدا چھوٹی ہو تو جلدی کرنا)۔(۲)

علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ میں فرماتے ہیں:

" قضاء الصلوة المفروضة التي فاتت واجب على الفور، سواء كانت بعذر غير مسقط لها أو كان بغير عذر أصلاً باتفاق ثلاثة من الائمة (وفي الحاشية)الشافعية قالوا : إن كان التاخير بغيرعذر وجب القضاء على الفور وان كان بعذر وجب على التراخي۔ (۳)

(اس فرض نماز کی قضاء جو فوت ہوگئی ہو، فوراً واجب ہے خواہ وہ عذر غیر مسقط

(۱) فتاوی ابن تیمیۃ: ۱۰۳/۲۲ (۲) مجموعۃ الفتاوی:۲۵۹/۲۲ (۳) الفقہ علی المذھب الاربعۃ :۴۹۱/۱

سے چھوٹی ہو یا بغیر کسی عذر کے ترک ہوئی ہو۔ یہ تین اماموں کے اتفاق سے ہے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ نماز میں تاخیر بغیر عذر کے ہوئی تو فوراً قضاء کرنا واجب ہے اور اگر کسی عذر سے تاخیر ہوئی تو قضاء بتاخیر واجب ہے (یعنی فوراً ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ تاخیر سے بھی قضاء کی جاسکتی ہے)

یہ تمام عبارات اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ عمداً ترک نماز کی صورت میں جمہور علماء و ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ اس کی قضاء کرنا لازم و واجب ہے۔

ائمہ اربعہ کا مسلک

یہ عبارات مسئلہ کی اصل نوعیت سمجھنے کے لیے کافی ہیں، تاہم ائمہ اربعہ کا مسلک ان کے مسلک کی معتبر کتابوں کے حوالے سے لکھ دینا بھی فائدے سے خالی نہیں، اس لیے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

حنفی مسلک

(۱) حنفی مسلک کی کتاب ''مختصر القدوری'' کی شرح ''اللباب'' میں ہے:

"ومن فاتته الصلوة يعنى عن غفلة أو نوم أو نسيان قضاها إذا ذكرها وكذا إذا تركها عمداً، لكن لمسلم عقل ودين يمنعان من التفويت قصداً"۔ (۱)

(جس شخص کی نماز غفلت یا نیند یا بھول کی وجہ سے چھوٹ جائے وہ جب بھی یاد آجائے اس کی قضاء کرے، اور اسی طرح وہ بھی جو عمداً نماز چھوڑ دے، لیکن مسلمان کے پاس ایسی عقل و دین ہے جو اس کو جان بوجھ کر نماز کو فوت کرنے سے روکتے ہیں)

---

(۱) اللباب فی شرح الکتاب: ۱/۲۸

(۲) حنفی مسلک کی کتاب ''البحر الرائق'' میں ہے: " وأما الثاني فهو لزوم قضاء الفائتة فالأصل فيه أن كل صلوة فاتت عن الوقت بعد ثبوت وجوبها فيه فإنه يلزم قضائها سواء تركها عمدا أو سهوا أو بسبب نوم "۔ (۱)

(اور دوسرا مسئلہ اور وہ چھوٹی ہوئی نمازی قضاء کا لازم ہونا ہے تو اس میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ نماز جو اس کے وجوب کے ثابت ہو جانے کے بعد وقت مقررہ سے چھوٹ گئی تو اس کی قضاء لازم ہے خواہ عمداً اس کو ترک کیا ہو یا بھول کر یا سو جانے کے سبب سے)

شافعی مسلک

(۱) شافعی مسلک کے معروف امام علامہ نووی لکھتے ہیں:

" أجمع العلماء الذين يُعتَدّ بهم على أن من ترك صلاةً عمداً لزمه قضاؤها ، وخالفهم أبو محمد على بن حزم ، فقال: لايقدر على قضائها أبداً ولا يصح فعلها أبداً .....وهذا الذى قاله مع أنه مخالف للإجماع باطل من جهة الدليل۔ (۲)

(قابل اعتبار علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نماز کو عمداً ترک کر دے اس پر اس کی قضاء لازم ہے، اور ان علماء کی ابو محمد علی بن حزم نے مخالفت کی اور کہا کہ یہ (تارک نماز) اس کی قضاء کرنے پر کبھی قادر نہیں ہوگا اور نہ اس کا یہ کام صحیح ہے، ....اور جو بات انھوں نے کہی ہے یہ اجماع کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ دلیل کے لحاظ سے بھی باطل ہے)

(۲) مغنی المحتاج میں ہے:

---

(۱) البحر الرائق: ۸۶/۲ (۲) المجموع شرح المهذب: ۷۶/۳

" من ترك الصلاة بعذر كنوم و نسيان لم يلزمه قضائها فورا ولكن يسن له المبادرة بها ،أو بلا عذر لزمه قضائها فوراً لتقصيره " (جس نے کسی عذر، جیسے سوجانے یا بھول جانے کی وجہ سے نماز چھوڑ دیا اس پر فوری طور پر قضاء لازم نہیں لیکن مسنون ہے کہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرے،اور جس نے بلا عذر نماز چھوڑ دی اس پر اس کی کوتاہی کی وجہ سے فوری طور پر قضاء لازم ہے)۔ (۱)

(۳) علامہ الشربيني شافعی نے "الإقناع" میں لکھا ہے کہ: "القول في قضاء الفوائت: و يُبَادِرُ بفائت وجوباً إنْ فاتَ بلاعذر ، وندباً إن فاتَ بعذر كنوم و نسيان "۔(۲)

(چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء کا بیان ، چھوٹی ہوئی نماز کو قضاء کرنے میں لازمی طور پر جلدی کرے اگر وہ بلا عذر چھوٹی ہو،اور استحبابی طور پر جلدی کرے اگر کسی عذر جیسے سوجانے یا بھول جانے کی وجہ سے چھوٹی ہو)

حنبلی مسلک

(۱) علامہ ابن تیمیہ نے حنبلی مسلک کی معروف کتاب " العمده" کی شرح میں لکھا ہے :"ومن لم يصل المكتوبة حتى خرج وقتها وهو من أهل فرضها لزمه القضاء على الفور ،لما روي انس بن مالك رضى الله عنه أن رسول اللهﷺ قال: من نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها، لا كفارة لها إلا ذلك، متفق عليه .... فأوجب صلى الله عليه و سلم القضاء على الفور مع التأخير لعذر ،فمن التأخير لغير عذر أولى ۔(۳)

(جو شخص فرض نماز نہیں پڑھا یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا اور وہ شخص اہل

(۱) مغنى المحتاج:۱/۳۲۷ (۲) الاقناع:۱/۱۱۲ (۳) شرح العمدة:۴/۲۳۲

فرض یعنی مکلّف ہے تو اس پر فوری طور پر اس کی قضاء لازم ہے کیونکہ حضرت انس بن مالک نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو کسی نماز کو بھول جائے تو یاد آنے پر اس کو پڑھ لے''.........پس اللہ کے نبی ﷺ نے عذر سے نماز کو تاخیر کرنے پر علی الفور قضاء کو واجب قرار دیا ہے، لہٰذا بغیر عذر کے تاخیر پر بدرجۂ اولی واجب ہے)

(۲) علامہ ابوالحسن المرداوی نے فقہ حنبلی کی کتاب "الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف" میں لکھا ہے:"وإن كان مرتدا فالصحيح من المذهب أنه يقضى ما تركه قبل ردته ولا يقضى ما فاته زمن ردته" (اگر وہ مرتد ہو تو صحیح یہ ہے کہ وہ ان نمازوں کو قضاء کرے گا جو مرتد ہونے سے قبل چھوڑا ہے، اور ان نمازوں کی قضاء نہیں کرے گا جو زمانہ ردت میں فوت ہوئی ہیں)۔(۱)

یعنی اگر کوئی شخص اسلام سے خارج ہو گیا، اور کفر اختیار کر لیا تب بھی جو نمازیں کفر سے پہلے چھوڑی ہیں، اسلام لانے کے بعد ان کی بھی قضاء کرے گا۔

(۳) اسی طرح "المحرر فی الفقه" میں ہے کہ "وإذا أسلم المرتد لزمه قضاء ما تركه قبل الردة من صلاة و زكاة و صوم"(جب مرتد اسلام لائے تو اس پر زمانہ ارتداد سے پہلے ترک کی ہوئی نماز، زکاۃ اور روزہ کی قضاء لازم ہے)۔(۲)

مالکی مسلک

(۱) مالکی مسلک کی ایک اور کتاب ''الفواکہ الدوانی'' میں ہے کہ ": ومن ذكر صلاةً نَسِيَهَا من إحدى الخَمس صلَّاها وجوباً متىٰ ما ذَكَرَها، ولو

(۱) الانصاف:۱/۲۹۱ (۲) المحرر فی الفقه:۱/۳۰

عند طلوع الشمس، أو غروبها ، أو خطبة جمعة ، حيث تحقّقَ تركها أو ظنّه لقوله ﷺ: "من نام عن صلاة أو نسيها فليفعلها إذا ذكرها فذلك وقتها " ، و في مسلم : "فكفارتها أن يصلّيها إذا ذكرها " ، وما في الحديث خَرَجَ مَخْرَجَ الغالب ، فلا يُنَافِي أنّ متعمّد الترك يجب عليه القضاء في أيّ وقت بالأولى"۔(۱)

(جوشخص کوئی نماز پانچ نمازوں میں سے بھول جائے تو اس کو واجبی طور پر جب بھی یاد آجائے پڑھ لے، اگرچہ طلوع شمس یا غروب شمس یا خطبۂ جمعہ میں یاد آئے ، بشرطیکہ اس نماز کا ترک یقینی ہو یا اس کا غالب گمان ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو کسی نماز سے سو جائے یا اس کو بھول جائے تو یاد آنے پر اس کو پڑھ لے، یہی اس کا وقت ہے''، اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ ''اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آئے تو اس کو پڑھ لے''۔ اور اس حدیث میں جو (سو جانے یا بھول جانے) کا ذکر ہے وہ غالب احوال کے لحاظ سے ہے، لہٰذا یہ اس بات کے منافی نہیں کہ جان بوجھ کر ترک کرنے والے پر بھی بدرجۂ اولیٰ قضاء واجب ہے)

(۲) امام ابوالحسن المالکی نے ''کفایۃ الطالب'' میں فرمایا کہ:" ومن ذكر صلاةً نَسِيَهَا من الصلوات المفروضات بعد أن صلّى صلاةً وقتيةً صلّاها أي يجب عليه أن يقضيَها ، و كذلك من نام عنها أو تركها عمداً "۔(۲)

(جوشخص فرض نمازوں میں سے کسی نماز کو جسے بھول گیا تھا، وقتی نماز ادا کرنے کے بعد یاد کرے تو اس کو پڑھے یعنی قضاء کرے اسی طرح جو نماز نہ پڑھ کر سو جائے یا جان بوجھ کر چھوڑ دے وہ بھی قضاء کرے)

ہم نے یہاں ہر امام کے مسلک کی معروف کتابوں میں سے صرف دو دو

---

(۱) الفواکہ الدوانی: ۱/۲۲۶ (۲) کفایۃ الطالب: ۱/۴۱۲

کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، ان عبارات سے بصراحت ووضاحت معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کرام سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والا گنہ گار ہے اور اس پر قضاء بھی لازم ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف صرف چند اہل ظاہر کا ہے جیسے داؤد ظاہری، ابن حزم وغیرہ، یہ ظاہر ہے کہ جمہور علماء کے مقابلے میں ان چند اہل ظاہر کے قول وفہم کا اعتبار نہیں ہوسکتا۔

اہل ظاہر پر علماء کا رد

یہی وجہ ہے کہ اہل ظاہر کے اس مسلک پر حضرات علماء نے سخت طور پر رد کیا ہے اور ان کے مسلک کو "سبیل المومنین" کے خلاف اور خطاء وجہالت قرار دیا ہے۔

مشہور محدث شارحِ مسلم علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"وشذّ بعض أهل الظاهر فقال : لا يجب قضاءِ الفائتة بغيرعذر ، وزعم أنها أعظم من أن يخرج من وبال معصيتها بالقضاء ، و هذا خطأ من قائله و جهالة "(بعض اہل ظاہر سب سے الگ ہو گئے اور کہا کہ بلا عذر چھوٹی ہوئی نماز کی قضاء واجب نہیں، اور انھوں نے یہ خیال وگمان کیا کہ نماز کا چھوڑنا اس سے بڑا گناہ ہے کہ قضاء کرنے کی وجہ سے اس کے وبال سے نکل جائے، (مگر) یہ اس کے قائل کی غلطی وجہالت ہے۔(۱)

علامہ عبدالحی حنفی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

"وقد شذ بعض أهل الظاهر وأقدم على خلاف جمهورعلماء المسلمين و سبيل المؤمنين ،فقال: ليس على المتعمد فى ترك الصلاة فى وقتها أن يأتى بها فى غير وقتها لأنه ليس غير نائم و لا ناس"(و بعض اہل

(۱) شرح مسلم:۱/۲۳۸

ظاہر سب سے الگ ہو گئے اور جمہور علماء مسلمین کے اور سبیل المومنین کے خلاف پر اقدام کیا، اور کہا کہ اپنے وقت میں نماز کو جان بوجھکر چھوڑنے والے پر ضروری نہیں کہ دوسرے وقت میں اس کو ادا کرے؛ کیونکہ وہ نہ تو سونے والا ہے اور نہ بھولنے والا''۔ (۱)

اسی طرح علامہ ابن رشد مالکی نے بدایۃ المجتہد میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں اختلاف شاذ ہے۔ (۲)

ان عبارات میں علماء نے اہل ظاہر کے مسلک کو خطاء، جہالت اور طریقہ مومنین و مسلک علماء مسلمین کے مخالف قرار دیا ہے۔ غرض صحیح بات یہ ہے کہ نماز دنیا کے ائمہ و علماء سوائے ان چند اہل ظاہر کے یہی فرماتے ہیں کہ جان بوجھکر نماز چھوڑنے پر قضاء لازم ہے۔

جمہور علماء کے دلائل

جمہور علماء و ائمہ کے دلائل میں سے چند یہ ہیں:

(۱) جمہور کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں " أَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ "(نماز قائم کرو) کا حکم ہے، اس حکم کا پورا کرنا ہر مکلّف پر لازم ہے، اور یہ اس کے ذمہ دین وقرض ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ دین وقرض اسی صورت میں ساقط ہوسکتا ہے کہ اس کو ادا کرے، اور اگر کسی نے وقت پر ادا نہ کیا تو بعد میں ادا کرنا پڑے گا، جیسے رمضان کا روزہ ترک کرنے سے بعد میں قضا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا نماز بھی اگر وقت پر ادا نہ کیا تو بعد میں اس کو ادا کرنا چاہئے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ " مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا"، یہ حدیث مع حوالجات اوپر نقل کر چکا ہوں۔ اس حدیث

---

(۱) التعليق الممجد على مؤطا للامام محمد:۱۲۷ (۲) بداية المجتهد:۱/۳۴۰

میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو بھول جائے، اس کو چاہئے کہ وہ جب اس کو یاد کرے تو پڑھ لے۔

اس حدیث سے دو طرح استدلال کیا گیا ہے: ایک یہ کہ اس جگہ نسیان (بھول) سے مراد مطلق ترک کردینا ہے، خوہ قصداً وعمداً یا بغیر قصد وعمد کے؛ کیونکہ عربی میں'' نسیان'' کا لفظ مطلق ترک کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

قرآن میں منافقین کے بارے میں آیا ہے کہ:'' نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ'' [التوبۃ:٦٧] (انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا)

اور دوسری جگہ آیا ہے: '' نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ ''[الحشر:١٩] (وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے ان کو بھلا دیا)۔

یہاں ظاہر ہے کہ بھولنے سے مراد جان بوجھ کر اللہ کو چھوڑ دینا ہے، ذہول مراد نہیں ؛ کیونکہ وہ قابلِ ملامت نہیں ،اور جب اللہ نے ان پر ملامت کی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ نسیان قصداً ہے اور اسی کا نام ترک کر دینا ہے۔

چنانچہ امام قرطبی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:'' والنسیان : الترك هنا ، أی ترکوا ما أمرهم الله به فترکهم فی الشك'' (نسیان یعنی بھول یہاں ترک کے معنی میں ہے،اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انھوں نے ان احکام کو چھوڑ دیا جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا تھا تو اللہ نے بھی ان کو شک میں چھوڑ دیا)۔(١)

اسی طرح علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ:''والنسیان الترك ، أی ترکوا ما أمرهم به فترکهم من رحمته و فضله''(نسیان یعنی بھول ترک کے معنی میں ہے،اور مطلب یہ ہے کہ انھوں نے ان احکام کو چھوڑ دیا جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا تھا تو اللہ نے بھی ان پر رحمت اور فضل کرنا چھوڑ دیا)(٢)

---

(١)تفسیر القرطبی:١٨٣/٨(٢)فتح القدیر:٥٥١/٢

اور علامہ ابن الجوزی نے ''تذکرۃ الاریب فی تفسیر الغریب'' میں اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ: '' أي ترکوا أمره فترکهم من رحمته'' (انھوں نے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا، تو اللہ نے بھی ان پر رحمت کرنا چھوڑ دیا)۔(۱)

پس جس طرح آیات میں ''نسیان'' سے جان بوجھ کر روگردانی اور ترک کرنا مراد ہے، اسی طرح حدیث میں ''نسیان'' سے مراد نماز کا ترک کر دینا ہے، خواہ قصداً یا بغیر قصد کے، اور جو آخر میں فرمایا کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے تو یہاں یاد کرنے سے مراد جان لینا یا توجہ کرنا ہے، جیسے کہتے ہیں کہ ''ہمیں یاد کر لیجئے'' تو یہ مراد نہیں ہوتی کہ بھول جاؤ پھر یاد کرو بلکہ مراد توجہ ہوتی ہے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص نماز کو ترک کر دے، جب وہ اس کی طرف توجہ کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اسکو ادا کرے۔

دوسرے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے بھولنے والے اور سونے والے پر بھی فوت شدہ نماز کی قضا کو لازم کیا ہے، حالانکہ یہ دونوں گنہ گار و عاصی نہیں ہیں، تو جان بوجھ کر قضاء کرنے والے پر بدرجۂ اولی نماز قضا ہونی چاہئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں یہ فرمایا گیا کہ ''اپنے والدین کو اف نہ کہو'' تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب والدین کو ''اُف'' کہنا بھی جائز نہیں تو انکو مارنا پیٹنا یا گالی دینا اور بھی برا اور سخت حرام ہوگا، اسی طرح جب بھولنے اور سو جانے پر قضاء لازم کی گئی تو عمداً ترکِ نماز پر قضاء اور بھی زیادہ ضروری و لازی ہے۔

یہاں یاد رہے کہ اس طریقۂ استدلال کو دلالۃ النص کہتے ہیں، قیاس نہیں، قیاس الگ چیز ہے جو مجتہد کا کام ہے، ہر عالم بھی اس کا حقدار نہیں اور نہ ہر ایک اس کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن دلالۃ النص سے استدلال ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو اہل

(۱) تذکرۃ الأریب: ۲۲۰/۱

زبان ہو، جیسے والدین کو اف نہ کہنے سے مارنے کی حرمت ہر معمولی سمجھ بوجھ والا بھی اخذ کر لیتا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ:"ولأنه إذا وجب القضاء على المعذور فغيره أولى بالوجوب ، وهو من باب التنبيه بالأدنى على الأعلى" (یعنی جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے پر قضاء اس لئے ہے کہ جب معذور (سونے والے اور بھولنے والے) پر بھی واجب ہے تو غیر معذور پر تو بدرجۂ اولی واجب ہے، اور یہ ادنی سے اعلی پر تنبیہ کی قبیل سے ہے)۔(۱)

شرح عمدۃ الاحکام میں ہے کہ:" وجوب القضاء على العامد بالترك من طريق الأولى؛ فإنه إذا لم تقع المسامحة مع قيام العذر بالنوم والنسيان ، فلأن لايقع مع عدم العذر أولى" (جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے پر قضاء کا واجب ہونا بطریق اولے ہے؛ کیونکہ جب سو جانے یا بھول جانے کی وجہ سے عذر کے ہوتے ہوئے بھی معافی نہیں واقع ہوئی تو عذر نہ ہونے کی صورت میں معافی کا نہ ہونا بدرجۂ اولی ہے)۔(۲)

(۳) تیسری دلیل جمہور کی جانب سے یہ دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ایک شخص نے یا ایک عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کے روزے رہ گئے ہیں، تو کیا میں ان کی قضاء کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہا گر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا کرتا؟ اس نے کہا کہ ہاں میں ادا کرتا، فرمایا کہ " دَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُقْضٰى" کہ اللہ کا قرض زیادہ مستحق ہے کہ اسکی قضاء کی جائے۔(۳)

---

(۱) شرح مسلم: ۲۳۸ (۲) شرح عمدۃ الاحکام: ۵۸/۱ (۳) بخاری: ۲۶۲/۱، رقم: ۱۸۵۲، مسلم: ۲/۱ ۳۶، رقم: ۱۱۴۸، نسائی: ۲۶۳۹، سنن کبری للنسائی: ۱۷۳/۲، مسند احمد: ۲۳۳۶، ابن خزیمہ: ۲۲۳/۳، دار قطنی: ۱۹۶/۲، معجم کبیر طبرانی: ۱۴/۱۲، معجم اوسط: ۲۱۷/۲، سنن بیہقی: ۲۵۵/۴

یہ الفاظ آپ ﷺ نے روزوں کی قضاء کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے۔ اس کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قرض ادا نہ کیا گیا ہو اسکا قضاء کرنا ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ روزہ اور نماز میں فرض ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں بلکہ فرضیت میں دونوں برابر کے شامل ہیں، بلکہ نماز روزہ سے مؤکد ہے۔ لہٰذا جب روزے کی قضاء ہے تو نماز کی بھی ہونا چاہئے۔

اہل ظاہر کے شبہات کا جواب

اس سلسلہ میں اہل ظاہر کے شبہات یہ ہیں:

(۱) حدیث میں نسیان سے نماز کے ترک پر قضاء کا حکم ہے، نہ کہ عمداً ترک کرنے پر، لہٰذا عمداً ترکِ نماز پر قضاء واجب نہیں ہے۔ اس شبہ کے تین جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ حدیث میں نسیان سے مراد ترک ہے جیسا کہ اوپر تفصیل سے عرض کیا گیا، لہٰذا یہی حدیث عمداً ترکِ نماز پر قضاء کے وجوب کی دلیل ہے۔

دوسرا یہ کہ حدیث میں اگر نسیان سے مراد ذہول اور بھول ہو تو بدلالۃ النص اسی سے عمداً ترکِ نماز پر قضاء لازم ہے۔ اسکی تفصیل بھی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر حدیث میں سونے والے اور بھولنے والی کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سونے والے اور بھول جانے والے کے بارے میں اس غلط فہمی کا امکان و خدشہ تھا کہ شاید ان پر قضاء نہ ہو؛ کیونکہ یہ دونوں معذور ہیں، اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:" رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ و عن المعتوه حتى يبرأ وعن الصبى حتى يحتلم " (تین لوگوں سے مواخذہ اُٹھا لیا گیا، ایک سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، دوسرے مجنون سے یہاں تک کہ وہ صحیح ہو جائے اور تیسرے بچہ سے

یہاں تک کہ وہ بڑا و بالغ ہوجائے)(۱)

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " إن اللّٰه وضع عن أمتي الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیه" (اللہ تعالے نے میری امت سے خطاء و بھول کو اور اس بات کو جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو، معاف کردیا ہے)۔(۲)

ان دونوں حدیثوں کے پیش نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونے والے پر اور بھول جانے والے پر کوئی مواخذہ نہیں، لہٰذا ان پر نماز کی قضاء بھی نہیں، اس خدشے و غلط فہمی کو دور کرنے کے واسطے حدیث میں ان دونوں کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان دونوں پر قضاء ہے، اور جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے کے بارے میں بتانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے، لہٰذا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

تیسرا یہ کہ حدیث میں نسیان کی قید واقعی ہے، احترازی نہیں؛ کیونکہ بسببِ نسیان نماز کے ترک کا واقعہ پیش آیا، اس لئے آپ ﷺ نے نسیان کا ذکر کردیا ہے۔ علامہ نوویؒ اسی کو فرماتے ہیں:

"وإنما قید في الحدیث بالنسیان لخروجه علی سبب"۔ (۳)

(۲) دوسرا شبہ اہل ظاہر کا یہ ہے کہ جب بھولنے والے پر بھی قضاء لازم ہے تو جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے پر بھی قضاء ہی لازم کریں تو دونوں میں کیا فرق ہوا؟ دونوں برابر ہوں گے، حالانکہ بھولنے والا گنہ گار نہیں اور قصداً ترک

(۱) ابوداؤد: ۴۳۹۸، ترمذی: ۱۴۲۳، نسائی: ۳۴۳۲، ابن ماجہ: ۲۰۴۱، مسند احمد: ۲۴۷۳۸، دارمی: ۲۲۹۶ (۲) ابن ماجہ: ۲۰۴۵، ابن حبان: ۲۰۲/۱۶، مستدرک: ۲۱۶/۲، دارقطنی: ۱۷۰/۴، طبرانی معجم کبیر: ۹۷/۲، معجم اوسط: ۱۶۱/۸، سنن بیہقی: ۳۵۶/۷ (۳) شرح مسلم: ۲۳۸/۱

کرنے والا گنہ گار ہے تو دونوں پر ایک ہی بات کیسے لازم کی جا سکتی ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بھولنے والے پر صرف قضا واجب ہوتی ہے اور عمداً ترک کرنے والے پر قضا بھی ہے اور توبہ بھی ہے۔ لہٰذا دونوں برابر کس طرح ہوئے؟

یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایک تو ہے کسی چیز کا ذمہ میں ہونا؛ یہ اس وقت ساقط ہوتا ہے جب کہ اس کو ادا کرے یا قضا کرے۔ اس میں بھولنے والا اور عمداً کرنے والا دونوں برابر ہیں، لہٰذا ہر دو پر قضا لازم ہوگی۔ اور دوسری چیز ہے گناہ کا ہونا، یہ بھولنے والے پر نہیں ہوتا، صرف قصداً گناہ کرنے پر ہوتا ہے۔ اور گناہ سے پاک ہونے کے لئے توبہ ضروری ہے۔ لہٰذا قصداً گناہ کرنے والے پر توبہ بھی ضروری ہوگئی۔

الغرض بھول کر نماز چھوڑنے والے اور عمداً ترک کرنے والے دونوں ہی پر قضاء لازم ہے، اور عمداً ترک کرنے والے پر اس کے ساتھ توبہ بھی ضروری ہے، لہٰذا دونوں برابر نہ ہوئے۔ الغرض جمہور ائمہ کا مذہب بے غبار ہے اور اہل ظاہر کے یہ شبہات نا قابل التفات ہیں، وللہ الحمد۔

قضاء کی لفظی بحث

یہاں تکمیل فائدہ کی غرض سے قضاء کی ایک لفظی بحث کا ذکر بھی مناسب ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ اہل ظاہر کے نزدیک چونکہ جان بوجھ کر

ترکِ نماز سے قضاء نہیں ہے اور نسیان یا عذر سے ترک نماز پر جو بعد میں نماز ادا کی جاتی ہے، وہ انکی اصطلاح میں اداء ہے، لہٰذا انکے نزدیک قضاء نماز کوئی چیز نہیں، جیسا کہ ہم نے اوپر تمہید میں لکھا ہے کہ بعض حضرات صاف یوں کہتے ہیں کہ نماز میں قضاء نہیں ہے، مگر یہ سب دراصل مغالطہ اور جہالت ہے۔

اولاً لفظ قضاء اور اداء ایک فقہی اصطلاح ہے، فقہاء نے جہاں اور بھی بہت ساری اصطلاحات ذکر کی ہیں، وہیں قضاء اور اداء کی اصطلاح بھی مقرر کی ہے، اور ان کی اصطلاح کے مطابق نسیان یا عذر سے ترک ہونے والی نماز کے بعد میں اداء کرنے کو قضاء کہتے ہیں۔ تو اس میں کونسی پریشانی کی بات ہے؟ فقہاء کے نزدیک قضاء کے معنی ہیں ''وہ فرض جو اسکے مقررہ وقت کے نکلنے کے بعد اداء کیا جائے''۔(۱)

اس فقہی اصطلاح کے مطابق ہر وہ نماز جو وقت مقررہ کے بعد پڑھی جائے، خواہ قصداً بعد میں پڑھی جائے، یا نسیان یا عذر کی بنا پر، وہ قضاء کہلاتی ہے۔ اب کوئی کہنے لگے کہ نہیں یہ ادا کہلاتی ہے، تو اس سے مسئلۂ شرعیہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، اسکو قضا کہو یا ادا، مقصود تو ایک ہے کہ بعد میں نماز ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ " و لا مشاحة فی الاصطلاح "۔

ثانیاً یہ اصطلاح خود اللہ کے رسول ﷺ اور حضرات صحابہؓ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ کسی نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہوگیا، اور اس پر ایک ماہ کے روزے فرض ہیں، کیا میں اس کی قضا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: " نَعَمْ دَيْنُ اللّٰه أحقُّ أن يُقْضٰی " (ہاں! اللہ کا دین وقرض زیادہ حقدار ہے کہ اس کی قضا کی جائے) (یہ حدیث مع حوالہ گذر چکی ہے)

اس حدیث میں روزوں کی قضاء کا ذکر ہے، صحابی نے بھی قضاء کا لفظ استعمال کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی لفظ قضاء استعمال کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہاں قضاء سے مراد وقت نکلنے کے بعد روزوں کا اداء کرنا ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا:

''كان يكون علی الصوم من رمضان وما أستطيع أن أقضيه إلا فی

(۱) المستصفی للامام الغزالی: ۶۱/۱، الدر المختار: ۶۵/۲

شعبان"(مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے، مگر میں انکو قضاء نہ کر پاتی مگر شعبان میں)(۱)

حضرت عائشہؓ نے کسی عذر سے چھوٹے ہوئے روزوں کے لئے قضاء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔پس ثابت ہوا کہ نسیان وعذر سے ترک شدہ عبادت کوادا کرنے کی تعبیر قضاء سے کرنا رسول اللہ ﷺ وصحابہ سے ثابت ہے۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ مقصود کے متحد ہونے کے ساتھ الفاظ مختلف ہوں تو کوئی خرابی کی بات نہیں۔

حاصل کلام

ان تمام تفصیلات سے واضح ہوا کہ ترکِ نماز کی پہلی صورت کے بارے میں علماء اور ائمہ کا اختلاف ہے کہ اس میں قضاء ہے یا نہیں؟ باقی دو صورتوں میں تمام دنیا کے علماء کا اتفاق ہے کہ ان صورتوں میں قضاء لازم ہے، اور چوتھی صورت میں بھی ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ قضاء واجب ہے، اس میں صرف بعض اہلِ ظاہر نے اختلاف کیا ہے اور جمہور علماء کے خلاف یہ کہا ہے کہ اس صورت میں قضاء نہیں ہے، مگر انکا یہ مسلک "سبیل المومنین" کے خلاف اور محض غلط ہے۔اور یہ بھی واضح ہو چکا کہ پہلی صورت بہت شاذ و نادر ہے، اکثر جو صورتیں پیش آتی ہیں وہ بعد کی تین صورتیں ہیں اور ان سب میں جمہور علماء خصوصاً ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ قضاء لازم ہے۔ فقط

محمد شعیب اللہ خان

۲۸ رجب ۱۴۱۲ھ

(۱) بخاری وللفظ لہ: ۲۶۱/۱، ۱۸۴۹، مسلم: ۳۶۱/۱، رقم: ۱۱۴۶، ترمذی ۱۰۲/۱، رقم: ۷۸۳، ابوداؤد: ۳۲۶/۱، رقم: ۲۳۹۹، سنن بیہقی: ۲۵۲/۴، ابن خزیمہ: ۲۷۹/۳، مسند طیالسی: ۲۱۱/۱، ابن ابی شیبہ: ۳۴۲/۲